Fikr-o-Nasar (Islamabad) 11:9 (1974)

اسلام میں رواداری

ابوالمحسن محمد شرف الدین

(مترجم : انوار صولت۔)

بہت سے غیر مسلم دانشوروں نے اس رائے کا اکثر اظہار کیا ھے ، کہ اسلام، رواداری کی بنیاد پر، اتحاد انسانی کے لئے ایک مؤثر ذریعہ ثابت ھونے کی بجائے ،انسانی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا باعث ھوا ھے(۱) غالباً اس کی وجہ یہ ھے کہ اسلام آیا تو اس نے تمام بنی نوع انسان کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ وہ ایک مرعوب کن فاتح طاقت کی حیثیت سے ابھرا۔ مفتوحہ علاقوں کے لوگوں نے بسرعت اسلام قبول کیا۔ اس سے یہ تاثر پیدا ھوا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اس کی تائید میں، غزوات پر مشتمل، قرآن کی ان چند آیات کا سہارا لیا جاتا ھے جن میں اھل ایمان کو مخاطب کرکے کہا گیا ھے :

فاقتلو المشرکین حیث وجد تموھم و خذوھم واحصروھم ۔ (۹ : ٥)۔

(مشرکوں کو جہاں پاؤ، قتل کردو، پکڑلو اور گھیر لو)۔

یا پھر ان آیات کا حوالہ دیا جاتا ھے جن میں مرتدوں کو ان انتہائی نتائج سے خبردار کیا گیا ھے، جو مرتد ھوجانے کی صورت میں ان کو دنیا و آخرت میں بھگتنے ھونگے۔

اس پس منظر میں ھمیں ''اسلام میں رواداری،، کا جائزہ لینا ھے۔ نیز ھمیں یہ دیکھنا ھے کہ رواداری کسے کہتے ھیں اور اسلام غیر مسلموں سے برتاؤ میں کس حد تک روادار ھے۔

۱۔ مجید خدوری، اسلامی قوانین میں صلح و جنگ کا مفہوم (War & Peace in the Law of Islam) واشنگٹن ڈی۔سی۔ ۱۹٦۰ ص ۱۷، ٦۳-٦۴۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.
http://iri.iiu.edu.pk/

رواداری کے معنی :

لفظ "رواداری"، کا مطلب وہ طرز عمل ہے جس میں مصائب برداشت کئے جائیں اور مصائب برداشت کرنے میں صبر و تحمل سے کام لیا جائے(۲) یا دوسروں کی رائے سن کر اور افعال کو دیکھ کر بردباری کا رویہ اختیار کیا جائے اگرچہ اس کے ایک معنی منع و جبر سے اجتناب بھی ہیں لیکن اس سے مراد عموماً ایسی حالت ہوتی ہے ۔ جس میں (دی گئی) آزادی کو محدود بھی کردیا جاتا ہے۔ اور مشروط بھی ۔

پس اسلام میں رواداری کے یہ معنی ہوئے کہ اسلامی مملکت کے زیر سایہ آباد غیر مسلم اگر اپنے پرسنل لا کے مطابق زندگی بسر کرنا اور اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہیں تو انہیں اس کی پوری آزادی ہے آزادی کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ انہیں اسلام کی راہ میں سد راہ بننے، اس کے اصولوں کو پامال کرنے، امن عامہ میں خلل ڈالنے اور تحفظ معاشرہ میں رکاوٹ کھڑی کرنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے بلکہ ایسا کرنے پر ان سے مراعات واپس بھی لی جاسکتی ہیں ۔

اہل مکہ، جو مشرک تھے، اور اخلاقی پستی کا شکار تھے، پہلی مرتبہ اسلامی تعلیم سے روشناس ہوئے ۔ ابتدائی مکی سورتوں میں، اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ اور بندوں پر اس کی بے پایاں نعمتوں کا خصوصی ذکر ہے اسی طرح ان سورتوں میں کل کائنات پر اس کے فضل عمومی کا بیان ملتا ہے ان آیات میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب آپ عام تبلیغ کے لئے باہر تشریف لے جائیں اور لوگوں کو (اعمال کے نتائج سے) خبردار فرمائیں ۔ اور پوری سرگرمی سے دعوت اسلام دیں ۔

۲۔ مختصر آکسفورڈ انگلش ڈکشنری (The shoter oxford English Dectionary) تیسرا ایڈیشن، آکسفورڈ ۱۹۵۹، ۱۱ : ۲۲۰۶، "رواداری Toleration"۔

قم فانذر و ربك فکبر (۷۴ : ۲ - ۳) (اٹھیے، ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے)۔

تبلیغ میں رواداری :

جب تبلیغ عام کا حکم ھوا تو شروع میں صرف چند سماجی، اخلاقی اور بنیادی اصولوں کی آیات کا نزول ھوا جن میں وضاحت کے ساتھ مومنوں کو، مشرکوں کے معبودوں کو، برابھلا کہنے سے منع کیا گیا۔ حالانکہ اسلام میں کسی اور کو اللہ کا شریک گرداننے کی سختی کے ساتھ مذمت کی گئی ھے۔

ان اللہ لایغفر ان یشرك به و یغفر مادون ذلك لمن یشاء (۴ : ۱۱۶) (خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاھے گا بخش دے گا۔

تبلیغی مقاصد کے لئے ھر قسم کے دباؤ یا طاقت کے استعمال کی ممانعت کی گئی ھے نبی اکرم کو دین کی تبلیغ کے لئے وعظ و نصیحت کے طریقے کو اپنانے کی ھدایت ھوئی۔ آپ کو حکم ملا کہ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اپیل فرمایا کریں۔ مسلمانوں کو دوسروں کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے بھی منع فرما دیا گیا۔

ولا تسبو الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدواً بغیر علم - (۶ : ۱۰۸)۔ (اور جن لوگوں کو یہ مشرک خدا کے سوا پکارتے ھیں ان کو برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں خدا کو، بے ادبی سے، بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں۔)

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة و جا دلھم بالتی ھی احسن - (۱۶ : ۱۲۵) (اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پرور دگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ھی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو)

ولوشاء ربك لآمن فی الارض کلھم جمیعا ۔ افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین ۔ (۱۰ : ۹۹) (اور اگر تمھارا پروردگار چاھتا ۔ تو جتنے لوگ زمین میں ھیں سب کے سب ایمان لے آتے ۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاھتے ھو کہ وہ مومن ھوجائیں) ۔

نحن اعلم بما یقولون وما انت علیھم بجبار ۔ فذکر بالقرآن من یخاف وعید ۔ (۵۰ : ۴۵) (ھم خوب جانتے ھیں جو کچھ یہ لوگ کہتے ھیں اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ھو پس جو (ھمارے عذاب کی) وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رھو) ۔

فذکر ۔ انما انت مذکر ۔ لست علیھم بمصیطر (۸۸ : ۲۱ - ۲۲) (تو تم نصیحت کرتے رھو کہ تم نصیحت کرنے والے ھی ھو ۔ تم ان پر داروغہ نہیں ھو) ۔

قرآن میں رواداری کا مفھوم :

قرآن تمام مذاھب کے بنیادی حق کو تسلیم کرتا ھے ۔ اور مذھبی معاملات میں وضاحت کے ساتھ جبر کی نفی کرتا ھے ۔ قرآن اس کی بھی تلقین کرتا ھے کہ ھر انسان یہ فیصلہ کرنے میں مختار ھے کہ وہ ایک مذھب کو تسلیم کرے یا دوسرے کو، خواہ ایک راستہ اختیار کرے یا دوسرا ۔ یہ علیحدہ بات ھے کہ اگر وہ حق تسلیم کرتا ھے تو اسکا اپنا مفاد ھے ۔ اگر وہ غلطی پر بضد ھے تو دوسروں پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ۔ نوع انسانی، رسم و رواج، خون کے رشتوں، عقائد اور طریقہ ھائے عبادت کی وجہ سے تقسیم ھوکر رہ گئی ھے جب یہ فیصلہ خود انسان پر چھوڑ دیا گیا ھے تو اب اسے اختیار ھے کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر صراط مستقیم پر گامزن ھو پس ثابت ھوا کہ اسلام میں جبر کی اجازت نہیں ھے ۔

لااکراہ فی الدین (۲ : ۲۵۶) (دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ھے) ۔

انا هدینه السبیل اما شاکراً واما کفورا۔ (۷۶ : ۳)۔ (اور) اسے رستہ بھی دکھا دیا ۔ (اب وہ) خواہ شکر گذار ہو خواہ ناشکرا) ۔

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیئو من ومن شاء فلیکفر۔ (اور کہہ دو کہ (لوگو) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔ تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے ۔

قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا وما انا علیکم بحفیظ ۔ (۶ : ۱۰۴) (اے محمد ان سے کہہ دو کہ تمہارے (پاس) پروردگار کی طرف سے (روشن) دلیلیں پہنچ چکی ہیں ۔ تو جس نے (اپنی آنکھ کھول کر) دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا۔ اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں برا کیا اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں) ۔

لکل جعلنا منکم شرعة ومنھاجا۔ ولو شاء اللہ لجعلکم امة واحدة ولکن لیبلو کم فی ما آتکم فا ستبقوا الخیرات۔ (۵ : ۴۸) (ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک ہی شریعت پر کردیتا مگر جو حکم اس نے تم کو دئے ہیں ان میں وہ تماری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ سو نیک کاموں میں جلدی کرو)

قل یا ایھا الکفرون۔ لا اعبد ماتعبدون۔ ولا انتم عبدون ما اعبد۔ ولا انا عابد ما عبد تم ولا انتم عبدون ما اعبد۔ لکم دینکم ولی دین ۔ (۱۰۹ : ۱ - ۶) (اے پیغمبر (ان منکرین اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو۔ جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا ۔ اور جس خدا کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے اور میں پھر کہتا ہوں کہ جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ۔ اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو۔ جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ تم اپنے دین پر، میں اپنے دین پر۔

اسلام اور دوسرے مذاهب :

قرآن کریم کلام الٰہی ھے۔ اور رواداری کے معاملے میں وسیع‌النظری کا پاس رکھتا ھے۔ وہ ادیان سماوی کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتتا۔ قرآن کا دعوی ھے کہ دین حق اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ھی ھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اقوام عالم کے سابق پیغمبروں پر نازل ہونے والی وحی کی روح بنیادی طور پر ایک ھے۔ ان ادیان کی تعلیمات کے متعلق قرآن کا زاویہ نگاہ کیا ھے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ھے کہ تاریخ مذاھب عالم میں قرآن ھی وہ پہلی کتاب ھے جو دیگر ادیان کی کتب آسمانی کو برحق سمجھنے کو جزو ایمان قرار دیتی ھے۔ قرآن کی رو سے جو خدائے واحد پر ایمان لائے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی اخلاقی زندگی بسر کرے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ترین بندہ ھے۔ خواہ اس کا تعلق کسی دین سے ہو۔

ان الذین آمنوا والذین ھادوا و النصاری و الصابئین من آمن باللہ والیوم الآخر و عمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (۲ : ۶۲)۔ (جو لوگ مسلمان ھیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست (یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذھب کا ھو) جو خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا۔ تو ایسے لوگوں کو ان (کے اعمال) کا صلہ خدا کے ھاں ملے گا۔ اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف ھوگا۔ نہ وہ غمناک ھوں گے)۔

ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلواۃ و مما رزقنھم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیك و ما انزل من قبلك و بالآخرۃ ھم یوقنون (۲ : ۲ - ۴)۔ (یہ کلام الٰہی ھے خدا سے) ڈرانے والوں کا رھنما ھے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور (آداب کے ساتھ) نماز پڑھتے ھیں۔ اور جو کچھ ھم نے ان

کو عطا فرمایا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو کتاب (اے محمد) تم پر نازل ہوئی۔ اور جو کتابیں تم سے پہلے (پیغمبروں پر) نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں ۔

قل یا اهل الکتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیاولایتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله ۔ فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔ (۳ : ٦٤)۔ (کہہ دو کہ اے اهل کتاب جو بات همارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم) کی گئی ہے۔ اس کی طرف آؤ۔ وہ یہ کہ خدا کے سوا هم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور هم میں کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں ۔ تو (ان سے) کہہ دو۔ کہ تم گواہ رهو کہ هم (خداکے) فرمانبردار ہیں) ۔

قولوا آمنا بالله وما انزل الینا و ما انزل الی ابراهیم واسمعیل واسحق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون (۲ : ۱۳٦)۔ (مسلمانو) کہو۔ کہ هم خدا پر ایمان لائے اور جو (کتاب) هم پر اتری۔ اس پر اور جو (صحیفے) ابراهیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں ان پر اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پرور دگار کی طرف سے ملیں ان پر (سب پر ایمان لائے) هم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور هم اسی (خدائے واحد) کے فرمانبردار ہیں ۔

آمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون۔ کل آمن بالله و ملائکته و کتبه ورسله لانفرق بین احد من رسله۔ (۲ : ۲۸۵) رسول، اس کتاب پر، جو ان کے پرور دگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور سب

مومن بھی خدا پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ کہ ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے ۔

اسلام اور جنگ و جدل :

مندرجہ بالا تمام آیات کو ملا کر پڑھا جائے ۔ تو معلوم ہوگا کہ یہ سوچنا بھی بعید از انصاف ہے کہ نبی اکرمؐ نے دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو بنوک شمشیر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا ہوگا ۔ دس سال سے زائد مدت تک آپ یہی کوشش فرماتے رہے کہ عرب قبائل رواداری کی بنیاد پر مسلمانوں کو امن کے ساتھ اپنے دین پر چلنے دیں لیکن گمراہ عربوں نے مسلمانوں پر ہر قسم کا جبر و تشدد روا رکھا ۔ خود نبی اکرم کی شمع حیات گل کرنے کی سازش کی گئی ۔ اور مسلمانوں کو ہر طرح اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے سے روکا گیا ۔ قرآن ان کے ظلم و جور کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے ۔

و اذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك و یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین ۔ (۸ : ۳۰) ۔ اور (اے محمد اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے ۔ کہ تم کو قید کردیں ۔ یا جان سے مار دیں ۔ یا وطن سے نکال دیں ۔ تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے ۔ اور (ادھر) خدا چال چل رہا تھا ۔ اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے ۔

ارأیت الذی ینھیٰ ۔ عبدا اذا صلیٰ ۔ ارأیت ان کان علی الھدی ۔ او امر بالتقویٰ (۹۶ : ۹ - ۱۲) بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے یعنی ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے بھلا دیکھو تو اگر یہ راہ‌راست پر ہو یا پرہیز گاری کا حکم کرے تو منع کرنا کیسا ۔

غرض مسلمانوں پر اس طرح سختی سے ظلم و تشدد روا رکھا گیا جس سے

مجبور ہو کر انہیں مدینے میں پناہ اپنی پڑی۔ جہاں وہ ہر طرح سے محفوظ تھے۔ ذیل کی آیات میں اس المناک صورت حال کی منظر کشی کی گئی ہے۔ جس میں مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف ھتھیار اٹھانے پڑے۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین من‌الرجال والنساء و الولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریة الظالم اھلھاج و اجعل لنا من لدنك ولیا و اجعل لنا من لدنك نصیرا۔ (۴ : ۷۵) (اور تم کو کیا ھوا ھے کہ خدا کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر جنگ نہیں کرتے۔ جو دعائیں کیا کرتے ھیں کہ اے پروردگار ھم کو اس شہر سے جس کے رھنے والے ظالم ھیں نکال کر کہیں اور لے جا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ھمارا حامی بنا۔ اور اپنی ھی طرف سے کسی کو ھمارا مددگار مقرر فرما)

اسلام جنگ برائے جنگ کی اجازت نہیں دیتا۔ نہ وہ شجاعت اور بہادری کا مظاھرہ کرنے کے لئے جنگ کا حامی ھے۔ اسلام میں جنگ صرف اس صورت میں جائز کی گئی ھے جب ظلم و تعدی کی روک تھام ناگزیر ھوجائے۔ کفار و مشرکین نے نہ صرف مسلمانوں پر حملہ کیا بلکہ انھوں نے مسلمانوں سے کئے گئے معاھدات، اور خود اپنے قول و فعل سے بھی انحراف کیا۔ وہ بار بار اپنی اسی روش کا اعادہ کرتے رھے۔ انجام کار مسلمانوں کے لئے ایسے پڑوسیوں پر بھروسا کرنا ناممکن ھوگیا قرآن صرف ایسی خطرناک اور نازک صورت حال میں ھی جنگ کی اجازت دیتا ھے مگر اس کے ساتھ ھی وہ یہ پابندی بھی عائد کر دیتا ھے۔ کہ دور ظلم ختم ھوتے ھی جنگ کو فوراً بند کردیا جائے۔ قرآن نے مسلمانوں کے لئے لازمی قرار دیا ھے۔ کہ وہ معاھدے کے پورے پابند رھیں۔ اور اگر دشمن امن کی پیشکش کرے تو وہ اسے قبول کرلیں اور آئندہ پر امن رھیں۔

براءة من الله و رسوله الی الذین اعهدتم من المشرکین فسیحوا فی الارض اربعة اشهر واعلموا انکم غیر معجزی الله و ان الله مخزی الکفرین - (۹ : ۱ - ۲) اے (اهل اسلام اب) خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا۔ علیحدگی اور جنگ کی تیاری ہے۔ تو (مشرکو تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہ کر سکو گے۔ اور یہ بھی کہ خدا کافروں کو رسوا کرنے والا ہے)

اس کے بعد قرآن ان لوگوں کے معاملے میں استثناء کا حکم دیتا ہے۔ جو معاهدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اور مسلمانوں سے کہا گیا۔ کہ وہ بھی معاهدے کا احترام کریں۔ اس کا تعلق اسلام کے اس ابتدائی دور سے ہے۔ جب کفار سے جنگ اس لئے نہیں لڑی جاتی تھی۔ کہ وہ کافر ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ انھوں نے اپنے معاهدات کی پابندی نہیں کی

الا الذین اعهدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیأ ولم یظاهروا علیکم احداً فاتموا الیهم عهدهم الی مدتهم ان الله یحب المتقین فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجد تموهم و خذوهم و احصروهم و اقعدوا لهم کل مرصد - (۹ : ۴ - ۵) البتہ جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہو۔ اور انھوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو۔ اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی ہو۔ تو جس مدت تک ان کے ساتھ عہد کیا ہو اسے پورا کرو (کہ) خدا پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ اور جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ، قتل کردو اور پکڑلو۔ اور گھیر لو۔ اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں رہو۔

و ان جنحوا للسلم فاجنح لها و توکل علی الله انه هوا لسمیع العلیم (۸ : ۶۱) (اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں۔ تو تم بھی اس کی طرف مائل ہوجاؤ۔ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا (اور) جانتا ہے) ۔

یہی زاویہ نگاہ سورۂ توبہ (۹) کی آیات آٹھ، بارہ، تیرہ، ستائیس، ایک سو تئیس اور سورۃ انفال کی آیات ۳۸ - ۳۹ اور ۵۵ - ۵٦ میں پیش کیا گیا ھے۔ چنانچہ رسول خدا اور خلفائے راشدین نے جنگ میں انہی اصولوں کو مدنظر رکھا۔

دوسرے مذاھب کے ساتھ خوشگوار تعلقات :

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستوں تک سے امن کے معاھدات کئے ھیں۔ یہاں تک کہ آپ نے ان لوگوں کے ساتھ بھی معاھدات کئے۔ جنہوں نے آپ پر بارہا حملے کئے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو جلاوطن کیا۔ آپ کا قصور کیا تھا ؟ صرف یہی ' کہ آپ خدائے واحد پر ایمان رکھتے تھے۔

قرآن مسلم اور غیر مسلم کے باھمی تعلقات کے بارے میں ایک بنیادی اصول پیش کرتا ھے۔ وہ جنگ کرنے والوں اور جنگ نہ کرنے والوں کے ساتھ برتاؤ میں فرق کرنے کی ھدایت کرتا ھے۔ قرآن نے یہ صاف وضاحت کر دی ھے۔ کہ غیر مسلم کے ساتھ عداوت یا دوستی کی ممانعت کا حکم عارضی ھے اور مشروط ھے (یعنی جب تک وہ مسلمانوں کے ساتھ برسر جنگ رھیں۔ ان کے خلاف کاروائی کی جائے۔ لیکن اس کے بعد قرآن مسلمانوں کو ان کے ساتھ اچھے اور مبنی برانصاف تعلقات رکھنے کا حکم دیتا ھے۔

یا ایھا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی وعدو کم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق یخرجون الرسول و ایاکم ان تؤمنوا باللہ ربکم و ان کنتم خرجتم جھاداً فی سبیلی وابتغاء مرضاتی تسرون الیھم بالمودۃ و انا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم و من یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل۔ (٦٠ : ١)

(مومنو ! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے (مکے سے) نکلے ھو۔ تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو

ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ اور وہ (دین) حق سے جو تمہارے پاس آیا ہے ۔ منکر ہیں ۔ اور اس باعث سے کہ تم اپنے پرور دگار خدائے تعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔ پیغمبر کو اور تم کو (وہ) جلاوطن کرتے ہیں ۔ تم ان کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو۔ وہ مجھے معلوم ہے ۔ اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستہ سے بھٹک گیا ہے)۔

عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم منھم مودۃ واللہ قدیرواللہ غفور رحیم ۔ لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطو الیھم ان‌اللہ یحب المقسطین۔ انما ینھکم اللہ عن الذین قتلوکم فی الدین و اخرجوکم من دیارکم و ظھروا علی اخراجکم ان تو لوھم و من بتولھم فاؤلئك ھم الظلمون ۔ (٦٠ : ٧ - ٩) - (عجب نہیں کہ خدا تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو دوستی پیدا کر دے۔ اور خدا قادر اور بخشنے والا مہربان ہے ۔ جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ۔ ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا ۔ خدا تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔ خدا انہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے ۔ جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی۔ اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ۔ اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی اور جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وھی ظالم ہیں۔)

یایھاالذین امنوا کونوا قومین شھدآ بالقسط و لایجر منکم شنان قوم علی الا تعدلوا ۔ اعدلوا ھو اقرب للتقوی ۔ (٥ : ٨) (اے ایمان والو ! خدا کے لئے انصاف کی گواھی دینے کے لئے کھڑے ھوجایا کرو۔ اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو۔ کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے)

اسلام اور ذمی :

کوئی بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ اسلام نے ایسی مفتوحہ قوموں کو بھی برابری کے حقوق دئے ہیں۔ جو اپنے مذہب پر قائم رہے لیکن امن و سلامتی کے لئے مسلمانوں سے تعاون کرنے پر تیار تھے۔ اسلامی قوانین کی رو سے ایک مسلمان معاشرے میں جو اقلیت آباد ہوتی ہے اسے عربی میں ''ذمی،، کہا جاتا ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں ''تحفظ دیا گیا،،۔ اصطلاحاً اس سے مراد وہ غیر مسلم ہیں۔ جو کسی اسلامی ریاست میں آباد ہوں اور جن کی حفاظت کا ذمہ خود ریاست نے نے لیا ہو۔ اسلام میں اقلیتوں کے تصور کو ذہن نشین کرنے کے لئے ان حالات کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ جن میں رسول اکرم کی حیات طیبہ کے دوران ،اولین اسلامی ریاست معرض وجود میں آئی ۔ مدینہ میں اس ریاست کا قیام، حضور اکرم کی مکہ سے ہجرت کے بعد، وقت کی ایک اہم ضرورت تھی تاکہ اسلامی نظام کا عملی نمونہ پیش کیا جاسکے۔ اسلامی ریاست کا مقصد ایک نئے معاشرے کا قیام تھا۔ جس میں قرآن کی اصلاحی روح کارفرما ہو یہ معاشرہ درحقیقت خدا کی وحدانیت اور انسانی اتحاد کے عقیدہ کی بنیاد پر قائم ہوا۔ جس میں سب کے لئے یکساں مواقع کی ضمانت دی گئی تھی۔ اگر اس کی مزید وضاحت درکار ہو۔ تو اس منشور کی متعلقہ دفعات کو پیش نظر رکھا جائے۔ جو رسول اللہ نے مہاجرین و انصار کے لئے تیار کرایا۔ اور جس کی رو سے مدینہ کی اقلیتوں یعنی یہودی قبائل بنوعوف، بنوساعدہ، بنو جشم، بنو نجار، بنو النبیت، بنو اوس وغیرہ کو بھی بعض مراعات سے نوازا گیا تھا۔ اس معاہدے کی رو سے فریق ثانی نے مسلمانوں کی تابعداری، اعانت اور ان کے دوش بدوش لڑنے کا عہد کیا تھا(۴)۔ ومن تبعھم فلحق

---

۳ - اخلاقیات ومذہب کی انسائکلوپیڈیا (The Encyclopaedia of religion and Ethics) چوتھا ایڈیشن، نیویارک ۱۹۵۸ء، ۱۲ : ۳۶۰ ''رواداری "Toleration"

۴ - ''میثاق مدینہ،، کے متن کے لئے دیکھئے ابن ہشام : سیرت النبی، تحقیق از محمد محی الدین عبدالحمید قاہرہ ۱۳۵۶ھ ۱۱ : ۱۱۹-۱۲۳ -

بهم وجاهد معهم۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعلقات کے بارے میں قرار پایا تھا کہ :

۱ - یہودی ، امت کا ہی ایک حصہ تصور کئے جائیں گے(۵) انهم امة واحدة من دون الناس اور دوسرے باشندوں سے ممتاز سمجھے جائیں گے

۲ - جو یہود مسلمانوں کے فرمانبردار رهیں گے۔ ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا برابری کا سلوک کیا جائے گا۔ نہ ان کے ساتھ زیادتی ہوگی نہ ان کے دشمنوں کی اعانت کی جائے گی(۶)۔ وانه من تبعنا من یهودا فان له النصر والاسوة غیر مظلومین ولا متناصر علیهم۔

۳ - بنو عوف کے یہودی اپنے مذہب پر قائم رہیں گے اور مسلمان اپنے مذہب پر(۷) ان کے موالی اور وہ خود(۸) وان یهود بنی عوف امة مع المومنین : للیهود دینهم موالیهم وانفسهم۔

۴ - جنگ کی صورت میں مسلمان اور یہود، جنگ کے اخراجات، مشترکہ طور پر برداشت کریں گے(۹) وان الیهود ینفقون مع المومنین ماداموا محاربین۔

۵ - فریقین (مسلمان اور یہود) جنگ کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے(۱۰) وان بینهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحیفة۔

۶ - ہر دو فریق ایک دوسرے کی بات مانیں گے۔ باهم مشورہ کریں

---

۵ - ایضاً ص ۱۱۹ -

۶ - ایضاً ص ۱۲۱ -

۷ - یہاں اس کی وضاحت ضروری ہے - کہ بنوعوف کو معاہدے میں الگ الگ بنوعوف کے مسلمان اور بنوعوف کے یہودی قبائل بنوساعدہ، بنوساعدہ، بنو جشم، بنو نجار، بنو النبیت اور بنو اوس کو بنو عوف کے برابر حقوق دئے گئے تھے - (ابن ھشام، سیرت ۱۱ : ۱۲۲) -

۸ - ایضاً ص ۱۲۱ -

۹ - ایضاً ص ۱۲۲ -

۱۰ - ایضاً -

گے۔ نیکی پر قائم اور گناہ سے دور رہیں گے(۱۱) وان بینھم النصح و النصیحۃ والبر دون الاثم۔

۷۔ ہر دو فریق میں سے کسی کو بھی اپنے اتحادیوں کی غلطیوں کا ذمہ‌دار نہیں ٹھہرایا جائے گا اور ہر دو فریق مظلوموں کی اعانت کریں گے(۱۲) وانہ لم یاثم امرؤ بحلیفۃ وان النصر للمظلوم۔

۸۔ اہل قریش اور ان کے اتحادیوں کو پناہ نہیں دی جائے گی(۱۳) وانہ لاتجار قریش ولا من نصر۔

۹۔ اگر یثرب پر کسی دشمن نے حملہ کیا۔ تو فریقین کا فرض ہوگا۔ کہ دشمن کے خلاف ایک دوسرے سے تعاون کریں(۱۴) وان بینھم النصر علی من دھم یثرب۔

اس معاہدے کو اگر تنقیدی نظر سے پرکھا جائے۔ تو پتہ چلتا ہے کہ کہ طاقتور یہودی قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع کو جن کے سرداروں کے متعلق ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول دشمنی میں پیش پیش تھے(۱۵) اس معاہدے میں شامل نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد میں یہ قبائل بھی مشروط طور پر اس معاہدے میں شامل ہوگئے(۱۶) لیکن یہ ایک

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ ایضاً۔

۱۳۔ ایضاً ص ۱۲۳۔

۱۴۔ ایضاً۔

۱۵۔ ایضاً ص ۱۳۵-۱۳۸۔

۱۶۔ رسول اللہ نے ''میثاق مدینہ،، کے تحت یا علیحدہ طور پر قبائل مدینہ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ کیونکہ موخرالذکر کی الواقدی نے بنو قینقاع اور بنو قریظہ کے ساتھ کئے جانے والے معاہدے کی بہ الفاظ ذیل تصدیق کی ہے (مغازی، رسول اللہ، قاہرہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء ص ۱۳۸)۔ قال لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ المدینۃ و ادعتہ یہود کلھا و کتب بینہ و بینھا کتابا و الحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قوم بحلفا ئھم و جعل بینہ و بینھم امانا و شرط علیھم۔ فکان فیما شرط الانیا مروا علیہ عدوا۔ فلما اصاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب بدر و قدم المدینہ بغت یہود و قطعت ماکان بینھا و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من العھد۔

تاریخی المیہ ہے کہ ان یہودی قبائل نے مسلمانوں سے دھوکہ کیا اور معاہدے کی صریح خلاف ورزی کی۔ جس کی بنا پر بنو نضیر اور بنو قینقاع کو مدینہ بدر کر دینا پڑا اور اسی طرح بنو قریظہ کی بیخ کنی بھی کرنی پڑی۔ تاریخی طور پر اس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا اور واقعات نے کچھ اس طرح کروٹ لی کہ اسلامی نظریاتی سلطنت کی ابتدا ہی میں مسلمان اس نتیجے پر پہنچ گئے۔ کہ نئے نظام کی بقا اور حفاظت کی ذمہ‌داری، صدق دلی اور سرگرمی سے، صرف مسلمان ہی پوری کرسکتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے درمیان موجود اقلیتوں کو ریاست کے دفاع کا کام نہیں سونپا جا سکتا۔ اور نہ ہی وہ روحانی سکون کے ساتھ اس میں حصہ لے سکتے۔ چنانچہ اس بنا پر انہیں فوجی خدمات سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔

لیکن مسلمانوں نے چونکہ انہیں سیاسی، مذہبی اور سماجی مراعات دی ہوئی تھیں(۱۷) اور انہیں جان و مال کے تحفظ کا پورا حق ریاست نے دیا

وہ لکھتا ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو تمام یہودیوں نے آپ سے تعلقات استوار کرلئے اور آپ کے اور یہود کے مابین ایک تحریری معاہدہ ہوگیا۔ آپ نے ان کے حلیفوں کو ایک دوسرے سے منسلک کردیا۔ آپ ص نے ان کے اور اپنے مابین ایک دوسرے کو تحفظ دینے کا اقرار لیا۔ علاوہ ازیں دیگر شرائط بھی ان کے ساتھ طے پاگئیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں سے مل کر مسلمانوں پر یلغار نہیں کریں گے۔ جب اللہ کے رسول نے برر میں قریش پر فتح حاصل کی اور مدینے واپس تشریف لائے۔ چند یہودی (غالباً بنو قیقناع) قبائل نے اپنے اور رسول اللہ کے مابین کئے گئے عہد سے انحراف کیا۔ بنو قرظیہ کے ساتھ رسول اللہ کے معاہدے کے لئے دیکھئے محمد بن سعد، اڈیشن کتاب الطبقات الکبری، لیڈن ۱۳۲۰ھ حصہ دوم (القسم الاول من الجز الثانی) ص ۲۸۔

۱۷۔ اقلیتوں کو سیاسی، مذہبی اور سماجی تحفظ دئے جانے کی متعلقہ دفعات میثاق یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ یہ معاہدہ آپ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ (حمید اللہ مجموعہ وضائق السیاسیہ، اڈیشن ثانی، قاہرہ، ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵٦ء ص ۱۱۲)۔

ولنجران و معاشیتها جوار الله و ذمة محمد النبی رسول الله علی اموالهم وانفسهم و ملتهم و غائبهم وشاهد هم وعشیرتهم وکل ماتحت ایدیهم من قلیل او کثرلا یغیر اسقف من اسقفیة ولا راهب من رهبانیة ولا کا هم من کهانته ولیس علیهم دنیة ولادم جاهلیة ولا یحسرون ولا یعسرون ولا یطا ارضهم جیش ومن سئال منهم حقا فبینهم النصف غیر ظالمین و لا مظلومین۔

کہ نجران کے رہنے والے اور ان کے ماتحت لوگ، اللہ اور اس کے رسول کی امان میں رہیں گے اور کہ ان سب کی جان و مال، زمین اور نسل کی اور ان کی جو اس وقت موجود نہیں اور ان کی جو حاضر ہیں۔ نیز ان کے کنبوں کی، ان کے گرجاؤں کی اور ان کے مال و اسباب کی

تھا۔ لہذا ان سے معمولی سا حربی ٹیکس لیا گیا۔ جسے عرف عام میں جزیہ کہا جاتا ہے۔ جزیے کو اسلام میں غیر مسلموں کے لئے سزا نہیں سمجھنا چاہئے۔ حضرت عمر کے دور (۱۲ تا ۲۲ھ) میں ہونے والے واقعے سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جب یہ اطلاع ملی کہ رومیوں نے اسلامی مقبوضہ علاقوں پر حملہ کرنے کے لئے کثیر تعداد میں فوج اکھٹی کی ہے۔ تو مسلمان جرنیل ابو عبیدہ نے یہ سمجھ کر کہ میں غیر مسلم کی جان و مال کی بخوبی حفاظت نہ کر سکوں گا، اس علاقے سے جمع کردہ جزیے کو واپس کردینے کا حکم دیا(۱۸) اس حکم میں اس امر کی وضاحت بھی کردی گئی۔ کہ اگر کوئی غیر مسلم اپنے طور پر فوجی خدمات سرانجام دینا چاہے تو جب تک وہ فوجی خدمات سرانجام دیگا۔ اس ٹیکس سے مستثنیٰ رہے گا(۱۹)

تاہم اس سے انکار نہیں کہ بعض دفعہ کچھ غیر منصف مسلمان حاکموں کی طرف سے ذمیوں کے ساتھ ناانصافی بھی ہوئی۔ اور ان پر ظلم و ستم بھی روا رکھا گیا۔ لیکن اس کو اسلام کا ایک عام اصول قرار دینا غلط ہے۔ یہ حقیقت اتنی واضح ہے۔ کہ مشہور غیر مسلم دانشور پروفیسر مجید خدوری کو بھی اسے تسلیم کرنا پڑا۔ وہ لکھتا ہے:

''اگر اس دور میں کبھی کبھار عدم رواداری کا مظاہرہ کیا بھی گیا تو اسے محض حکومت کے بڑھتے ہوئے جبر کی علامت کہا جاسکتا ہے۔ جس سے مسلم آبادی کو بھی اتنا ہی دوچار ہونا پڑا۔ جتنا کہ غیر مسلم آبادی کو لوگوں کے تشدد کا رخ بعض اوقات غیر مسلموں کی طرف ہوجاتا۔ لیکن

ضمانت دی جائے گی ۔ ہر چھوٹے یا بڑے گرجا سے کسی پادری یا کسی درویش کو علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی کسی پادری کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ رہبانیت ترک کردے۔ زمانہ جاھلیت کے دور کا نہ خوں بہا طلب کیا جائے گا۔ نہ تاوان کی وصولی کے لئے کسی قسم کی سختی کی جائے گی۔ اور نہ ھی انہیں اراضی سے بے دخل کیا جائے گا۔ جو انصاف طلب کریگا۔ اسے انصاف مہیا کیا جائے گا۔ نہ کوئی ظالم ہوگا نہ کوئی مظلوم۔

۱۸ - ابو یوسف، کتاب‌الخراج، دوسرا ایڈیشن، قاھرہ، ۱۳۸۲ھ ص ۱۳۹ -

۱۹ - الطبری، تاریخ لا لامم والملوک، قاھرہ ۱۲۳۶ھ، ۳ : ۱۹۳ - ۹۵ -

یہ تشدد ظالم حکومت کے خلاف بے چینی کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کے زیر سایہ مسلمانوں اور ذمیوں دونوں کی جان و مال غیر محفوظ تھی۔ اور ان کی سلامتی کو خطرہ لاحق تھا۔ اگر کچھ حکام اور خلفاء سخت گیر تھے یا جابر تھے تو دوسرے عالی ظرف اور فیاض بھی تھے۔ کسی ظالم حکومت میں ذمیوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہوگی۔ تو مسلمان بھی اس دور میں محفوظ نہ ہوں گے۔ جہاں ذمیوں کے ساتھ سبنیہ بدسلوکی کا ذکر ملتا ہے وہاں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس ظالم حکومت یا اس دور میں ان کے ساتھ کس حد تک بدسلوکی ہوئی ہے۔ اسلامی حکومت میں ذمیوں سے سلوک کو اس زاویہ نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ کہ چند غیر ذمہ‌دار خلفاء یا چند لاپرواہ حکام نے کیا کیا ہے۔ بلکہ اسلامی قوانین میں رواداری کی تلقین کرنے والی دفعات اور اس عمومی طرز سلوک کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ جو نسلاً بعد نسلاً ہر دور میں ذمیوں کے ساتھ روا رکھا گیا ہے یا ان ادوار میں بالعموم جو آزادی، تحفظ اور فارغ البالی پائی جاتی تھی۔ اس کا جائزہ لینا چاہئے،،(۲۰)

پس قرآنی تعلیم اور اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر اقلیتیں حکومت کی پوری طرح وفادار رہیں اور ملکی دفاع میں حصہ لینے پر رضامند ہوں۔ تو جہاں تک ان کی جان و مال کی سلامتی اور ان کے تحفظ کا تعلق ہے اسلام اس بارے میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتا۔ کیونکہ اسلام پہلے فرد اور پھر معاشرے کی بہبودی کا خواہاں ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ اسلام کی یہی رواداری اور حسن سلوک تھا۔ جو ابتدائے اسلام میں ان قبائل کے ساتھ بھی روا رکھا گیا۔ جو اسلام پر ایمان لے آئے اور ان کے ساتھ بھی جو ایمان نہیں لائے اور بدستور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ اور اسی رواداری کی بدولت آج تک خوش و خرم زندگی

۲۰۔ مجید خدوری : War & Peace in the Law of Islam ص ۲۰۰-۲۰۱-

بسر کرتے چلے آرہے ھیں ۔ آج بھی عرب ممالک میں جو عیسائی اور یہودی اقلیتیں پائی جاتی ھیں ۔ وہ انہی ''ذمیوں،، کی اولاد ھیں ۔ جو اسلامی طرز حکومت کے شاندار ماضی سے اب تک خوش و خرم زندگی بسر کررہے ھیں ۔ اس سے اسلام کے زیر عاطفت بسنے والوں کے ساتھ اسلامی رواداری کی پوری تصدیق ھوجاتی ھے ۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اسلام اگرچہ خالص توحید پرست مذھب ھونے کی بنا پر بت پرستی اور ہر قسم کے شرک کی مذمت کرتا ھے ۔ تاھم وہ کسی کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے جبر و اکراہ کے طریقے استعمال کرے ۔ اسلام تمام توحید پرست مذاھب کو اشتراک و تعاون کی دعوت دیتا ھے ۔ اور عالمی امن و سلامتی، نوع انسانی کی بہبود اور سب کو ایک امت بنانے کے لئے مشترک جدوجہد کی دعوت دیتا ھے ۔

اس عظیم خوبی (Summun Bonam) کے حصول کی خاطر، اسلام اپنے بنیادی اصولوں مثلاً تمام مذاھب کے پیغمبروں کی تعظیم وغیرہ پر زور دیتا ھے ۔ اور جنگ برائے جنگ سے، ظلم اور سخت گیری سے روکتا ھے ۔ اور دنیا میں امن و سلامتی کے قیام و عدل گستری پر زور دیتا ھے ۔ اس میں شک نہیں کہ ایک اسلامی مملکت کا سرکاری مذھب اسلام ھوتا ھے ۔ لیکن اس کے باوجود ایسی مملکت میں ان غیر مسلموں کو بھی برابر کے حقوق، تحفظ کی ضمانت اور قانونی سہولتیں دی جاتی ھیں ۔ جو اس مملکت کے انتظامی امور اور امن و سلامتی برقرار رکھنے میں تعاون کرتے ھیں ۔